تنقیدِ صحتِ الفاظ

از مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؔ

قسط نمبر ۴

اُردو میں کیا کیا ہے اور کیا کیا نہیں، اُردو میں کون کون سے الفاظ عربی کے ہیں کون کون سے فارسی کے ہیں۔ آپ اس فکر میں کہاں تک گھلتے رہیں گے۔ دونوں ایشیائی ملک ہیں ان سے قطع تعلق کا راگ کب تک الاپتے رہیں گے؟ آپ نے تو سات سمندر پار کی زبان کو اپنے ادب میں شامل کر لیا ہے۔ اُن کے رخصت ہونے کے ربع صدی کے بعد اپنی زبان پر اُن کے محاورات کا بوجھ لادا جا رہا ہے۔ یہاں نہ منطق یاد آتی ہے نہ علیحدگی پسندی کا جذبہ ابھرتا ہے۔

آپ کے جلسوں کا اعلانچی لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ سڑکوں پر پکارتا پھرتا ہے "آج شام کو ۵ بجے اُردو پارک میں ایک بھاری جلسہ ہونے جا رہا ہے"۔ ناظم جلسہ فرماتے ہیں "آرام سے بیٹھ جائیے ہم بہت جلد جلسہ شروع کرنے جا رہے ہیں"۔ ناظم مشاعرہ فرماتے ہیں "مشاعرہ کا آغاز ہونے جا رہا ہے"۔ "اب میں آپ کے سامنے فلاں شاعر کو پیش کرنے جا رہا ہوں"۔ یہ محاورہ کہاں سے آیا اور اس کو آپ نے کیسا گلے لگایا جبکہ ط بدیشی ہے، ڈ گی بدیشی ہے۔ یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ عرب سے اور عربی سے اب کس قدر شاندار طریقے سے تعلقات کی تجدید ہو رہی ہے مگر آپ تاکے مدد اور

خط غں وغیرہ کے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔ مرتی اور مرٹی ساز باز کر کے الفاظ اور رسم الخط کا اچار بنا رہے ہیں اور آپ اپنے بھولے پن سے اچار کو مربا سمجھ رہے ہیں۔

فاضل مصنف فرماتے ہیں کہ "یہ میری ذاتی رائے ہے جس کو ترقی اردو بورڈ دہلی نے بھی تسلیم کر لیا ہے" بے شک بڑی قابلِ فخر بات ہے کہ آپ کی ذاتی رائے کو اتنے بڑے مستند و محترم ادارے نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ یہ بڑے بڑے عظیم الشان ادارے جو اُردو کے بقا و تحفظ اور ترقی کے لئے قائم کیے گئے ہیں اور جن پر حکومت لاکھوں روپیہ خرچ کر رہی ہے، اُردو کے وسیع خدمات انجام دینے کے مدعی ہیں اور ہمارے بچے آج بھی اُردو کی درسی کتابیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ اور کورس کی کتابیں نہیں ملتیں۔ اور املا و رسم الخط میں مجتہدین و فقہائے لسان نے جو ترمیم کی ہے اور کاتبین کرام کی جس نہج پر تربیت فرمائی ہے وہ تو شاہکار ہے۔ روزانہ مساعی جلیلہ کے نمونے سامنے آتے رہتے ہیں ملاحظہ ہو۔

روزنامہ قومی آواز مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۸۵ء ص۵ کالم ۲ "تصویر کے پیچھے" مسٹر مہندی اصغر (یا نون غنہ) اس تصویر کے اوپر بھی یہی حنائی نام موجود ہے۔ (لفظ مہدی و مہندی کے متعلق دیکھو ادبی بھول بھلیاں ص۱۲۴)

روزنامہ قومی آواز مورخہ ۱۳ مارچ ۸۵ء ص۳ کالم ۵ "کسب حلال" (یا ہائے ہوز)

قومی آواز ضمیمہ ہفتہ وار مورخہ ۲۴ مارچ ۸۵ء ص۱ کالم ۵ تا "آشنہ" (بمعنے مختفی)

دیکھا آپ نے اُردو املا و رسم الخط کو کس اوج کمال پر پہنچا دیا گیا؟

اب فاضل مصنف کی زبان ملاحظہ ہو:۔ "مزید میری رائے ہے کہ وہ الفاظ جن کے آخر میں (ہ) ہو ان کے متعلقہ فعل بھی اسی طرح بنانا چاہیے"۔۔۔ "تمام الفاظ کے متعلقہ فعل یکساں طور پر بنائے جانے چاہیے" (صحت الفاظ طبع دوم ص۱۰۲ کالم ۱ ص۱۳) اس اقتباس سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مصدر کی جمع بنانے کے آپ قائل ہیں یا نہیں۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

ملیکن اُردو میں اس کی اصلاح ہونا چاہیئے" صحتِ الفاظ صفحہ ۱۱ صلہ کالم ۲ اس ہمزہ بڑھاکر ہمزہ کے نیچے اضافت لگانی چاہیئے۔" (ایضاً صفحہ ۲۳ صلہ ۱۶ کالم ۱) واضح نہیں ہوا کہ آپ مصدر کی تانیث کے قائل ہیں یا نہیں؟ اور کس کو صحیح قرار دیتے ہیں؟ خفگی کی بجائے مدلل جواب مرحمت فرمانا زیادہ کارآمد ہے۔

عنوان نمبر ۲۹

فاضل مصنف فرماتے ہیں:- اگر اسم کا آخری حرف الف یا ہائے مختفی ہو تو اضافت کی صورت میں لفظ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لفظ کے آخر میں ہمزہ کا اضافہ یا واؤ کے آگے اور ہائے مختفی کے اوپر کیا جاتا ہے تینوں قسم کی مثالیں درج ذیل ہیں: تمنائے دل، ہوائے گرم، بوئے گل، جوئے شیر، اُردوئے معلیٰ، جلوۂ قدرت، نالۂ دل، اردو میں یہ قاعدہ رائج ہے کہ مضاف کے آخر میں اگر الف یا واؤ ہو تو لفظ کے آگے (ے) بڑھا کر اس کے نیچے اضافت لگائی جاتی ہے۔ اس طرح لفظ کے تلفظ میں تبدیلی ہو جاتی ہے اس لئے بجائے (ے) کے ہمزہ بڑھاکر ہمزہ کے نیچے اضافت لگانی چاہیئے۔ یہی امر ترقی اُردو بورڈ دہلی میں بھی طے پایا ہے۔" انتہیٰ

اس اقتباس میں فاضل مصنف نے "یہی" کو "یہ ہی" لکھا ہے یعنی ایک "ہ" کا اضافہ ہو گیا کیوں؟ اس قیاس پر "وہ ہی" اور "کہاں ہی، یوں ہی، اُن ہی۔ اس ہی کب ہی، جب ہی، اب بھی، اب ہی۔ کیا کیا تبدیلی کی جائے گی؟ لاوارث لاش کا پوسٹ مارٹم اسی طرح ہوتا ہے۔

خلاف واقعہ مفروضات قائم کئے جاتے ہیں اور اس پر حکم لگایا جاتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

الف یا واؤ کے آگے صرف (ے) نہیں حضرت! ہمزہ اور یے دونوں حرف بڑھائے جاتے ہیں اس کے متعلق پوری وضاحت دیکھیے ادبی بھول بھلیاں صلہ ۱۱۹ اور صلہ ۱۳۲

عنوان نمبر ۳۰

(زیر وزن فعول وغیرہ ص ۱۰)

تماثیل ۔ تمثال کی جمع ہے تمثیل کی نہیں ۔

قدوم بضمتین مصدر ہے، معنی ہیں آنا، قدم بفتحتین کی جمع اقدام بفتح اول ہے، قدوم نہیں ۔

اقدام بکسر اول کے معنی پیشقدمی کرنا، جرأت کرنا ۔

روابط ۔ رابطہ کی جمع ہے، ربط کی نہیں ۔

قبائح ۔ قبیحہ کی جمع ہے ۔ قباحت کی نہیں ۔

عنوان نمبر ۳۱

فرماتے ہیں :۔ یہ الفاظ غیر عربی ہوتے ہوئے (ح) اور (ط) سے لکھے جاتے ہیں ۔

ہمارے فاضل مصنف بچارے بہت ہی بھولے بھالے ہیں ۔ پھر کسی نے بہکا دیا ۔ کون کہتا ہے کہ یہ الفاظ غیر عربی ہیں ۔

حقہ ۔ خالص عربی لفظ ہے ۔ اس کے معنی ہیں ہاتھی دانت کا یا لکڑی کا بنا ہوا ڈبا ۔ اس میں جواہر رکھے جائیں یا اور کچھ ۔ ایرانیوں نے اس لفظ کو چلم والے حقے کے معنی میں نیز اور بہت سے معانی کے لئے استعمال کیا وہاں سے یہ لفظ ہندوستان میں آیا ۔ ہندی میں اس لفظ کا مترادف "گڑگڑی" کے سوا اور کوئی لفظ نہیں مگر یہ حقہ کی تمام اقسام پر حاوی نہیں ہے پس حقہ کا املا بدلنے کی ضرورت نہیں، ایسے الفاظ دخیل غیر تام ہیں ۔ دیکھو اردو مصدر نامہ ص ۲۶ (فارسی میں غلیان اور قلیان بھی حقے کو کہتے ہیں ۔

طے ۔ خالص عربی لفظ ہے ۔ اور یہ لفظاً و معنیً ہو بہو استعمال ہوتا ہے طَیٌّ کے معنی ہیں لپیٹنا ختم کرنا، وفات دینا، چھپانا، سفر کرنا، راستہ قطع کرنا وغیرہ ۔

تہ دوسرا لفظ ہے ۔ فارسی ہے ۔ اس کے معنی ہیں برتن یا کنوئیں کی زمین، گہرائی، نیچے، بنیاد اصل، سرچشمہ، وسط، بیچ ۔

ایک لفظ ہے (بضم اول وواؤ مجہول) تو اس کے معنی ہیں۔ پرت، تلچھٹ، کپڑے یا کاغذ کی تہ۔ پردہ وغیرہ۔

الغرض ایک لفظ عربی اور دو فارسی کے آپ کے سامنے ہیں جس طرح چاہیں کام میں لائیں۔ فرمایئے! کیا تبدیلیٔ املا کی ضرورت باقی ہے؟

عنوان نمبر ۳۲

صہ ۱۱۲ کالم ۲۔ لفظ طناب کو آپ نے "ت" سے تناب لکھا ہے۔ وجہ؟

عنوان نمبر ۳۳

(الفاظ مختلف فیہ یعنی جن الفاظ کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے)

افکار۔ فرماتے ہیں:۔ میرے خیال میں خیالات کے معنی میں ہو تو مذکر اور پریشانیوں کے معنی میں ہو تو مؤنث ہے۔

آگے فکر کے معنی لکھتے ہیں سمجھ، عقل، خیال، پریشانی اور اس کا فیصلہ دیتے ہیں کہ میں مؤنث سمجھتا ہوں یعنی ہر ایک معنی میں مؤنث۔ فاضل مصنف کے قول میں یہ تضاد کیوں ہے؟

راقم الحروف کی رائے ہے کہ فکر مؤنث ہو یا مذکر اس کی جمع "افکار" بہر صورت مذکر ہے۔

طوطی۔ اہل دہلی کے نزدیک بہر معنی مذکر ہے مفصل بحث اور اسناد فرہنگ آصفیہ میں لفظ توتی و طوطی کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔ آجکل اگر کوئی دلی والا طوطی کو مؤنث بولتا ہے تو قابل استناد نہیں۔ ایسے ہی اور بھی الفاظ ہیں جو بیرونی اثر سے دلی والوں کے نزدیک مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دہی۔ دیہاتی دودھ والے جو شہر میں روزانہ آتے ہیں وہ دہی کو مؤنث بولتے ہیں۔ بعض شہر والے بھی ان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔ اسی طرح لفظ فائل۔ پنجابی حضرات مؤنث بولتے ہیں۔ (فائلیں الماری میں پڑی ہوئی ہیں) اس کی تذکیر و تانیث میں بھی بعض اہل دہلی ڈانوا ڈول ہو جاتے ہیں۔ افسوس تو یہی ہے کہ دلی والے اب خود ہی اپنا ورثہ گنوا

بیٹھے ہیں۔

اتباع - ارشاد - ارتفاع - استغناء - درود - سانس - سوچ - لالچ - ہمزہ - یہ سب الفاظ اہل دہلی کے نزدیک مذکر ہیں۔

قلم - آلۂ کتابت ونقاشی کے معنی میں باتفاق رائے مذکر ہے - اور درختوں کی پیوندکاری کے معنی میں (تیز شورہ وغیرہ کی قلمیں) مؤنث ہے - جو لوگ اس فرق سے واقف نہیں ہیں وہ بہک جاتے ہیں اور غلط سلط رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔

وجوہ - اس کا واحد (وجہ) بیشک مؤنث ہے - مگر اس کی جمع مذکر ہے - تذکیر وتانیث میں واحد وجمع کی مطابقت ضروری نہیں - مثالیں ملاحظہ ہوں۔ منزل، منازل، حد، حدود - اصل، اصول - ولد، اولاد - حقیقت، حقائق - مصیبت، مصائب - حالت، حالات - خبر، اخبار - خصلت، خصائل - طرف، اطراف - فضیلت، فضائل - شرط، شرائط - غرض، اغراض - منقبت، مناقب - مرحمت، مراحم - وغیرہ

بٹیر - لفظ بٹیر کا رسم الخط آپ کی کتاب کے صفحہ ۱۵ کالم ۱ آخری سطر میں قابل توجہ ہے - قاعدے کی رو سے تو آپ نے ٹھیک لکھا ہے یعنی موٹے شوشے سے پہلے باریک شوشہ آنا چاہیے بٹیر، بٹیر، بٹیرہ میں (ر) کے ساتھ (ی) کا تو موٹا ہی شوشہ لگے گا پس پ ن کے لئے باریک شوشہ آنا چاہیے لیکن اساتذہ نے اس لفظ کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کیا ہے - کیونکہ اس طرح یہ شکل وصورت میں (س - رسہ) کے مشابہ ہو جاتا ہے - اور نقطے بھول جانے کی صورت میں دھوکا ہو سکتا ہے - لہٰذا اس میں پہلے پیالہ (موٹا شوشہ) پھر (ی) کا موٹا شوشہ لگاتے ہیں تاکہ امتیاز رہے اور اس ممتاز صورت میں کسی دوسرے لفظ سے بھی کوئی اشتباہ نہیں ہوتا یہ ایسا ہی ہے جیسے "شبیر" اور "سیتیر" میں دو موٹے شوشے یکجا ہو جاتے ہیں۔

اس عنوان میں ایک طویل فہرست مذکر ومؤنث الفاظ کی دی گئی ہے - راقم الحروف اس سے فی الحال صرف نظر کرتا ہے - کیونکہ تذکیر وتانیث کی بحث کا املا ورسم الخط سے کوئی

تعلق نہیں۔ علاقائی اختلافات تو لفظاً و معنیً رہیں گے۔ تذکیر و تانیث کا فرق بھی رہے گا۔ اس سے اُردو کو نقصان پہونچنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ نقصان تو پہونچ رہا ہے بیسک کی ناقص اور مکروہ تربیت اور اُردو کی درسی کتابوں کے فقدان سے۔ بچوں کے لئے ابتدائی نصاب تالیف کرنا بہت گھٹیا کام سمجھا جارہا ہے۔ گذشتہ زمانے میں یہ گھٹیا کام فاضل اساتذہ و علما کرتے تھے۔ ان کے تالیف کیے ہوئے نصابوں میں اخلاق اور آدابِ معاشرت کا غالب حصہ شامل ہوتا تھا۔ اور آجکل کے نصاب میں سے یہ ضروری اور اہم حصہ بالکل خارج کر دیا گیا ہے۔ اصل اسباب کی طرف کوئی ادارہ توجہ نہیں کرتا۔ کچھ اجتماعات کرکے اُردو کی تاریخ اور اس کے تغیرات کے مدارج بیان کرنا۔ اُردو شاعروں کے کلام میں ارسطو اور افلاطون سقراط بقراط کے فلسفے داخل کرنا۔ یہ مشغلہ ہمارے ارباب فکر اور اہلِ قلم دانشوروں کا ہے نیز مجلسی لطف اندوزیوں میں یہ قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ قوم کے بچے اُردو کی درسی کتابیں ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کوئی ادارہ درسی کتابوں کی اشاعت کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

کوئی قوم ہرگز سنبھلتی نہیں ہے　　کمند بلا سے نکلتی نہیں ہے
خدا بھی بدلتا نہیں اس کی حالت　　جو قوم اپنی عادت بدلتی نہیں ہے

ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ اُردو اخبارات کے عملے میں جو حضرات ذمہ دارانہ حیثیت رکھتے ہیں مثلاً مالک یا ایڈیٹر وغیرہ صحیح طور پر اخبار کی تصحیح کرنے کا انتظام نہیں کرتے۔ قدیم زمانے میں تصحیح کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی یعنی مسودہ کا اور کتابت شدہ کاپیوں کا قراءۃً وسماعۃً مقابلہ کیا جاتا تھا آگے چل کر یہ پابندی ختم ہوگئی یعنی صرف قراءۃً تصحیح باقی رہ گئی۔ اس صورت میں غلطیاں باقی رہ جاتی تھیں مثلاً اگر ایک پیراگراف بیچ میں سے کاتب نے چھوڑ دیا ہے تو مصحح کو پتہ نہیں چل سکتا کہ کتنی عبارت ترک ہوگئی ہے۔ اور اب آجکل تو تصحیح بالکل ناپید ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اخبارات ورسائل میں بے شمار غلطیاں ہوتی ہیں، نیز عملہ میں کام کرنے والے مترجم مرتب اکثر کم علم ہوتے ہیں مشرقی رجحانات اور معاشرت سے اور اپنی زبان کے اندازِ انشا اور آداب سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ کسی زبان کا اپنی

زبان میں ترجمہ کرتے وقت اپنی زبان کے الفاظ کے مواقع استعمال کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے لفظی ترجمہ صرف تعلیم و تعلم کی حد تک مناسب ہے لیکن ادبی طور پر اس کی کوئی وقعت نہیں اپنی زبان کی لطافت و بلاغت قائم نہیں رہتی کسی دوسری زبان کے محاورے کا ترجمہ کرتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اپنی زبان میں اس موقع پر اسی وزن کا کیا محاورہ ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

آج مورخہ ۷ اپریل ۵۸ء کو ایک تصویر (صدر جمہوریہ عالیجناب گیانی ذیل سنگھ کی) روزنامہ قومی آواز میں شائع ہوئی ہے۔ اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:- "سنیچر کو نئی دہلی میں صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ مسز تارا علی بیگ کو راشٹر پتی بھون میں ایک تقریب میں چائلڈ ویلفیر ایوارڈ پیش کرتے ہوئے"۔ اور یہی تصویر آج کے انگریزی اخبار ٹائمز آف انڈیا میں بھی شائع ہوئی ہے۔ اس کے نیچے جو انگریزی عبارت ہے شاید اسی کا ترجمہ اردو اخبار میں درج کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا ترجمہ میں کیا سقم ہے اس پر غور کرنا اور سمجھنا اپنے دوست کے لئے چھوڑتا ہوں اپنی مشرقی تہذیب اور آداب انشا اور زبان کو نا اہل مترجموں کے سپرد کرکے غافل ہو جانا کہاں تک خدمتِ اردو کے دائرے میں آتا ہے؟ وہ سقم جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں بامعاون نظر غور فرمائیں۔ اگر سمجھ میں آجائے تو اظہارِ خیال فرمائیں سمجھ میں نہ آئے تو احقر سے دریافت فرمالیں۔ احقر اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کردے گا۔

اس موقع پر ایک واقعہ یاد آیا۔ یادش بخیر! مولانا عبد اللہ العمادی الدمشقی مرحوم و مغفور بڑے خلیق، ملنسار اور خُرد نواز بزرگ تھے۔ کافی عرصے تک عثمانیہ یونیورسٹی اور بعدہٗ مسلم یونیورسٹی میں عربی کے اُستاد رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد آخر عمر میں کافی عرصے تک دہلی میں رہے۔ مرزا محمود بیگ مرحوم نے ان کو قیام کے لئے دہلی کالج میں ایک کمرہ دے رکھا تھا۔ احقر کے پاس بھی کبھی کبھی تشریف لے آتے تھے۔ بے تکلف اُردو بولتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے اُردو

کے بعض محاورات عجیب ہیں ۔ کہتے ہیں ۔ ہوا کھانے گیا تھا۔ ہوا بھی کوئی کھانے کی چیز ہے ؟ اگر ہم عربوں کے سامنے کہوں کنتُ ذھبتُ لأکل الریح " تو بہت ہنسیں گے اور مذاق اڑائیں گے ۔ میں نے دریافت کیا آپ کا محاورہ کیا ہے ؟ فرمایا لاستنشاق النسیم میں نے عرض کیا اگر میں ہندوستانیوں سے کہوں میں ہوا سونگھنے گیا تھا " تو بہت ہنسیں گے اس پر مولانا موصوف اور دیگر حاضرین ہنسنے لگے ۔ بات ہے بھی ہنسنے کے لائق ۔

لیکن اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اُردو بازار کا موجودہ منظر اور جامع مسجد شاہجہانی کا پیش منظر ماحول اسی محاورے کا مصداق ہے ۔ یہاں کی ہوا سونگھ کر ہی ساکنانِ اُردو بازار کی طبیعت ہری ہوتی ہے ۔ آہ !

کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

نیز کوہ پیکر ٹرکوں اور ٹیمپوؤں کی دھمال اور شوں شوں گھوں گھوں سے آہنی کھانچوں کی دھڑ پٹک اور دھڑم دھڑام سے ۔ بے زبان مرغیوں کے نالہ و فریاد سے ساری ساری رات بھیجا ہلتا اور لرزہ طاری رہتا ہے ۔ ہائے اُردو بازار !

کیا کریں ــــ کیا کہیں ــــ اور کس سے کہیں ؟

حکومت تو کہتی ہے گلے شکوے کرنے کے بجائے ہمارے پاس آؤ ہمیں سمجھاؤ دو! (کیا کیا طریقے ایجاد ہو گئے ہیں لوگوں کو بیوقوف بنانے کے !) خود نہ سوجھتا ہو تو دوسرا کیونکر سمجھائے ؟ دن کی روشنی میں چمگادڑ کی آنکھوں کو بینا کون کرسکتا ہے ؟

یہ کہہ کے میں رو دیا تو لگا کہنے نہ کہہ میر　　سنتا نہیں میں ظلم رسیدوں کی کہانی

آہ ! کیا کیا سہانے خواب دیکھے تھے ہمارے اُن بزرگوں نے جو قید و بند کے شدائد جھیلتے ہوئے قبر میں جا سوئے اور کیا کیا ارمان اور حسرتیں تھیں ہم شب بیداروں کے دلوں میں !

مدت ہوئی کہ ہم پہ کرم کی نظر نہیں　　　کیونکر کہیں کہ ان کو ہماری خبر نہیں
کب تک تمہاری آنکھ میں آنسو نہ آئیں گے　　　جلتے ہوئے دلوں کا دھواں بے اثر نہیں
اے میری حسرتو ابھی سو جاؤ رات ہے　　　یہ آہ کی چمک ہے نمودِ سحر نہیں
واصف کو تم نہ چشمِ حقارت سے دیکھنا
بیشک ہے کم نصیب مگر بے ہنر نہیں

العلم والعلماء

امام حدیث علامہ ابن عبدالبر کی شہرۂ آفاق کتاب

"جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف وشگفتہ ترجمہ علم وفضیلت علم۔ اہل علم کی فضیلت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے مترجم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی صفحات ۳۰۰ بڑی تقطیع $\frac{۲۰\times۲۶}{۸}$

قیمت ۲۵ روپے　مجلد ۳۵ روپے